اسی سال طفیل دوسی رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے یمن ہجرت کرنے کی دعوت دی۔

اسی سال اسراء و معراج کا عظیم واقعہ پیش آیا، جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

نبوت کے گیارہویں سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایام حج میں توحید کی دعوت دے رہے تھے، کہ مدینہ سے آئے ہوئے بنی خزرج کے ۶ افراد نے اسلام قبول کیا: اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ، رافع بن مالک رضی اللہ عنہ، عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ، قطبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حارث بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہ۔

نبوت کے بارہویں سال ۵ خزرجی اور ۲ اوسی کل ۷ نئے افراد مسلمان ہوئے، ان کے ساتھ پچھلے سال کے ۵ کل ۱۲ افراد نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کا شرف حاصل کیا، جس میں شرک، چوری، زنا اور اولاد کو قتل نہ کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا وعدہ لیا گیا۔

مدنی اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے مطالبے پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ داعی بنا کر بھیجا۔

نبوت کے تیرہویں سال مدینہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ۴۰ افراد کو جمعہ پڑھایا۔

''بیعت عقبہ ثانیہ'' میں ۸۳ مرد اور ۲ خواتین شریک ہوئیں۔ ان میں سے ۱۲ سردار (نقیب) مقرر فرمائے۔

ماہِ صفر ۱۳ نبوی میں دار الندوہ (کانفرنس ہال) میں مشرکین مکہ کے نمائندوں کی میٹنگ ہوئی، جس میں رسول اللہ ﷺ کو قید کرنے اور ملک بدر کرنے کی تجاویز زیرِ غور آئیں، آخر قتل پر اتفاق ہوا۔ انتقامی کارروائی سے بچنے کے لیے طے ہوا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک جوان بیک وقت حملہ کرے گا، تاکہ کسی سے قصاص کا مطالبہ نہ کیا جا سکے۔

۲۷ صفر کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی امانتیں حوالے کر دیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر ہجرت پر روانہ ہو گئے۔ کفارِ قریش کو پتہ چلا تو ان دونوں کے قتل یا گرفتاری پر ایک ایک سو اونٹ انعام مقرر کیا۔

تین دن غارِ ثور میں رہنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے تعاقب کیا، قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کی ٹانگیں سخت زمین میں دھنس گئیں، اور وہ امان لے کر واپس لوٹا۔

رسول اللہ ﷺ کا قافلۂ ہجرت ۸ ربیع الاول مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو ''قبا'' پہنچا۔

یہاں ۴ روز قیام فرما کر تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔

ردِّ قادیانیت قسط:1

حضرت مسیح علیہ السلام کی حیاتِ سماوی

برصغیر پر ناجائز تسلط قائم رکھنے کی خواہش میں انگریزوں نے إعلام العوام تحریک کی ناکامی پر "جهاد في سبيل الله" کو ہی منسوخ کروانے کے لیے ایک غدارِ قوم مرزا غلام احمد قادیانی کو 'نبوت' سونپ دی۔ اس نے عقیدہ ختم نبوت کے توڑ میں جو پاپڑ بیلے، ان میں اس عقیدے کی ایجاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام آسمان پر نہیں اٹھائے گئے؛ بلکہ معمول کی دنیاوی زندگی گزار کر فوت ہوئے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ آپ علیہ السلام پھانسی سے زخمی حالت میں اتار لیے گئے، پھر خفیہ طور پر علاج کر کے صحت یاب ہو گئے، پھر کشمیر بھاگ آئے اور یہاں 87 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ﴿لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾

علمائے اسلام نے اکذب العصر آنجہانی مرزا کے باطل نظریات کا دندان شکن جواب دیا۔ اس مسئلے میں حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ؒ کی مایہ ناز کتاب" شهادةُ القرآنِ بأعلى النداءِ بأنَّ المسيحَ رُفِعَ حيًّا إلى السمآءِ" [ط: لاہور ۱۹۵۸ء] لائق مطالعہ ہے۔ مولانا حافظؒ نے قرآن پاک سے استدلال کرتے ہوئے دلنشین انداز میں سچا عقیدہ واضح کر دیا ہے، اور موقع بموقع پیش آنے والے علمی اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔ جزاه الله أحسن الجزاء

اس مضمون میں مذکورہ کتاب کا خلاصہ جدید ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عبدالوہاب خان

دو شہادتیں: ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾[آل عمران: ۴۵]

پہلی شہادت: (۱) "وجیھاً"، حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب جاہ و عظمت تھے۔ "مصلوب ہونا" وجاہت کے منافی ہے؛ کیونکہ یہ رسوائی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ڈاکو کی سزا میں شامل کیا ہے: ﴿إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا﴾ [المائدة ۳۳] حتیٰ کہ صلیب سے زندہ اتار لیے جائیں پھر بھی ذلت و رسوائی ہے۔

سوال: باطل پرستوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی پاکدامن والدہ محترمہ کی شان میں نازیبا بات کہی، جہاں یہ وجاہت کے منافی نہیں ہوئی، تو جھوٹے الزام میں سولی دیا جانا وجاہت کے منافی کیسے ہوا؟

جواب: محض جھوٹا بہتان وجاہت کے منافی نہیں، دشمن کے ہتھے چڑھ جانا وجاہت کے منافی ہے۔

یہودیوں نے حضرت موسیٰ ﷤ کی شرم وحیا کو دیکھ کر بھی نازیبا بات کہی تھی ،لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَبَرَّأَهُ اللهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِيْهًا ۝﴾ [الأحزاب:٦٩]

دوسری شہادت: (۲) "مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ"

اللہ تعالیٰ کے ہاں "مقرب ہونے" کا تذکرہ تین مواقع پر آیا ہے:

(الف): حضرت مسیح ﷤ کی شان میں [آیت مذکورہ]

(ب): فرشتوں کی شان میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ [النساء ١٧٢]، ﴿يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝﴾ [سورة المطففين ٢١]

(ج): اہل جنت کی شان میں ﴿أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝﴾ [الواقعة ١١] ﴿فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝﴾ [النساء ٨٨]، ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝﴾ [المطففين ٢٨]

ان تمام مقامات پر قربِ جسمی ،حسی اور سماوی بھی مراد ہے، فقط قربِ رتبی نہیں۔ فرشتے آسمانوں میں ہیں۔ جنتی جنت میں، اور جنت آسمانوں میں ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷤ بھی آسمان میں ہیں۔

حضرت مسیح ﷤ کو جو کلمۂ تبعیض سے ﴿مِنَ المقربين﴾ فرمایا، اس سے مراد ملائکہ مقربین ہیں۔ التفسير الكبير، أبي السعود، مدارك، خازن، بيضاوي، سراج منير، كشاف اور فيضي سب میں اسی آیت کریمہ کے ذیل میں ہی "رفع سماوی" کا ذکر ہے۔

سوال: اس سے اللہ پاک کا "مکانی" ہونا لازم آتا ہے۔

جواب: "مکانی" ہونا تب لازم آئے گا، جب اللہ تعالیٰ کو محدود ومحصور مانا جائے۔ اگر حدود واحاطہ کے تصور کے بغیر "فوق العرش" اس شان سے مانا جائے جو اس ذات عالی کے بالکل لائق ہے، اور مخلوقات کی مشابہت سے بالکل پاک ہے، تو مکانی ہونا لازم نہیں آتا۔

تیسری شہادت: ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ [ال عمران ٤٦] اسی طرح ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذْ أَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ [المائدة: ١١٠]

(۳) "کَهْلًا"، حضرت عیسیٰ ﷤ کا "ادھیڑ عمری میں کلام کرنا" بھی خرق عادت ہے، رفع سماوی

کے بعد مدتِ مدید تک بدونِ خوراکِ معتاد زندہ وسلامت رہنا، پھر اس حالت میں نزول دنیا معجزہ ہے۔ کیونکہ آسمان محل تأثر واستحالہ نہیں، جس طرح جنتی بوڑھے نہ ہوں گے۔

﴿كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ [سورة المائدة: ۷۵] صیغہ ماضی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ اب نہیں کھاتے۔ جس طرح "تکلّم فی المهد" میں دوام نہ تھا، اسی طرح "تکلم فی الکھولة" میں بھی دوام ضروری نہیں۔

قال ابنُ زید: "قد کلَّمَهُم عیسیٰ فی المهدِ وسیُکلِّمُهم إذا قتلَ الدجالَ وهو کهلٌ" [تفسیر الطبری] **قال الحسین بن الفضل: ﴿وکهلا﴾ "بعد نزوله"** [تفسیر معالم]

چوتھی شہادت: ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝﴾ [آل عمران ٥٤]

(۴) ﴿مَكَرَ اللّٰهُ﴾ کفارِ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف مکر وتدبیر میں کوئی کسر نہ چھوڑی، لیکن اللہ پاک نے اپنے محبوب نبی علیہ السلام کو ان کی گھناؤنی سازشوں سے بچانے کے لیے ایسی تدبیر فرمائی، جس کی نظیر نہیں ملتی۔

قال الرازی: "(المَکرُ) عبارةٌ عن التدبیرِ المحکمِ الکاملِ، ثمَّ اختصَ فی العرفِ بتدبیرٍ فی إیصالِ الشرِ إلی الغیرِ. [التفسیر الکبیر] اس لیے کہیں سیئات کو مکر کا مفعول بنایا، جیسے ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ [فاطر ۱۰] اور کہیں مکر کو سیّیء سے موصوف کیا، جیسے ﴿اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ [سورة فاطر ۴۳]

مَکَرُوْا کا فاعل بنی اسرائیل کے کافر ہیں، جنہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو قتل کرنے کی کافرانہ تدبیر کی۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ﴾ [آل عمران ۵۲] یہاں **الکفر بمعنی "القتل"** تسمیة الشیٔ باسم سببه کی قبیل سے ہے۔ جیسے کہتے ہیں: **"رَعَینا الغیث" أی: النباتَ الذی سببُه الغیث.** [المطول] ﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ﴾ [الجاثیة: ۵] **أی: المطر الذی هو سببُ الرزقِ.**

زیرِ استدلال آیت کریمہ میں تدبیرِ الٰہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں سراسر خیر اور کفارِ بنی اسرائیل یعنی یہودِ بے بہبود کے حق میں شر ہوئی۔